بابری مسجد
اور
ہندوستانی
مسلمان



معهد الشئون الامة اسلامية
INSTITUTE OF MUSLIM UMMAH AFFAIRS

بابری مسجد

اور

ہندوستانی مسلمان

راشد شاذ

انسٹی ٹیوٹ آف مسلم اُمہ افیرز
علی گڑھ

تعداد اشاعت ______ گیارہ سو ۱۱۰۰

اشاعت ______ اپریل ۱۹۸۷ء

کتابت ______ اعزاز الحسن جاوید

طباعت ______ جمال پرنٹنگ پریس - دہلی

قیمت ______ ۳ روپے

ناشر

انسٹی ٹیوٹ آف مسلم امہ افیرز

پی۰ او بکس ۷۷، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشمکش اور پھر خون ریزی کا ہونا عین فطری ہے۔ میں نے تقسیم کے سانحہ کا قدرے تفصیل سے اس لیے

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا
وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

(حٰمٓ سجدہ: ۳۳)

اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے
اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

برادرانِ اسلام!

ہندوستان کی موجودہ صورتِ حال ایک بھیانک خطرے کی پیش گوئی کر رہی ہے۔ ہر وہ شخص جس کی حالات پر ذرّہ برابر بھی نگاہ ہے اس کی ہولناکی کا اندازہ کر سکتا ہے۔ دور کیوں جائیے پچھلے دس سالوں میں ملک کی سیاسی صورتِ حال میں جو زبردست تبدیلی واقع ہوئی ہے وہ کس صاحبِ نظر سے پوشیدہ ہے؟ چہار طرف فرقہ پرستی اور تنگ نظری کی آندھیاں اٹھ رہی ہیں۔ رنگ اور نسل اور عقائد کا امتیاز جنون کی حد تک بڑھتا جا رہا ہے۔ علاقائی اور قومی عصبیتوں نے علاقہ پرستی اور قوم پرستی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ہر قوم دوسری قوم کے خون کی پیاسی ہے اور تنہا زندہ رہنے کا حق مانگ رہی ہے۔ قدیم ہندوستان کے احیائی، ترشول بردار جنونی، گلیوں گلیوں کوچوں کوچوں گھوم رہے ہیں۔ گویا وہ اس بات کا فیصلہ کر چکے ہیں کہ اب ہندوستان میں صرف ایک قوم ہوگی، ایک تہذیب ہوگی اور ایک زبان کے بولنے والے ہوں گے۔ دوسری طرف ردّ عمل میں مختلف علاقائی تہذیبیں، بڑی اور چھوٹی مذہبی اقلیتیں، لسانی گروہ، اپنے تحفظ کی انتہائی کوششوں کے لیے میدان میں آ گئے ہیں۔ اس وقت ملک کی مجموعی صورتِ حال میں ترشول اور تلواروں کی جھنکار ہے، بموں کے دھماکے اور بندوقوں کی ٹھائیں ٹھائیں ہیں اور اجتماعی قتل کی تقریب میں استعمال کیے جانے والے خوفناک وحشی ڈھول کی ڈرم ڈرم ہے۔ جے بجرنگ بلی اور اللہ اکبر کے نعرے ہیں۔

پسِ پردہ ایک خوفناک خانہ جنگی کی فضا تیار کر دی گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ پردہ اٹھتا کب ہے اور کن ہاتھوں سے۔ خدانخواستہ یہ پردہ اگر اٹھ گیا تو ہم بھی، جو خود کو اب تک خاموش تماشائی سمجھتے رہے ہیں، اس کی زد سے نہیں بچ سکیں گے کہ یہ ڈرامہ حاضرین کو بھی اپنے کرداروں میں شامل کر لے گا۔ پھر ہندوستان کی جغرافیائی صورتِ حال کا جو کچھ بھی ہو، مسلمانوں کا حال اسپین سے کچھ مختلف نہ ہوگا۔ لاقدر اللہ کہ یہ لکھتے ہوئے میرا قلم کانپ رہا ہے، اللہ ہماری حفاظت

فرمائے، اگر ایسا ہو گیا کہ یہ سوچ کر کلیجہ منھ کو آتا ہے، تو یقین جانئے کہ ہند کی یہ سرزمین صدیوں کے لیے اللہ کی طرف بلانے والوں سے خالی ہو جائے گی۔ بدشگونی کی یہ باتیں مجھے اچھی لگتی ہیں اور نہ ہی آپ کو۔ لیکن کیا کیجئے گا کہ حالات جس رخ پر جا رہے ہیں اور اس کے پیچھے جو منظم سازش کارفرما ہے اس کا منطقی نتیجہ یہی کچھ نکلنے والا ہے۔ الّا یہ کہ اس سے قبل کہ پردہ سرکے اور وحشت و بربریت کا یہ ڈرامہ کھیلا جائے ایک بڑی قوت اٹھے اور ان سازشوں کا قلع قمع کر دے، ان کرداروں کو تہہ تیغ کر دے، بلکہ میرے نزدیک تو واقعی حل یہ ہے کہ اس کہانی کو ہی سرے سے نیست و نابود کر دیا جائے کہ جس کو عملیانے کی بار بار کوشش ہوتی رہتی ہے۔ اس سخت ترین کام کے لیے ضرورت ہے ایک ایسے گروہ کی جو مادی آلات وحرب سے کہیں زیادہ اخلاقی اور روحانی فیوض وبرکات کا حامل ہو۔ بالخصوص اس وقت جب پردے کے پیچھے سازشوں کا انبار ہے، مختلف قوتیں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہیں۔ اور بدقسمتی سے خود امت مسلمہ بھی ایک فریق بن گئی ہے کسی مخصوص گروہ سے یہ کام ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ تدارک کی کوئی صورت ہے تو وہ صرف یہ کہ خود امتِ مسلمہ ایک انقلابی نظریاتی گروہ کی حیثیت سے اس ذمہ داری کو سنبھالے۔

اوپر میں نے جس خطرناک صورتِ حال کا تذکرہ کیا ہے اسے میں نہ تو مسئلہ لاینحل سمجھتا ہوں اور نہ ہی اپنے آپ کو اس صورتِ حال میں بےبس محسوس کرتا ہوں کہ مومن کے لیے اللہ کی مدد سب کچھ ہے البتہ خلوص شرط ہے اور اُمید کی یہی کرن ہے جو مشکل سے مشکل تر حالات میں بھی فتح ونصرت کی طرف لے جاتی ہے۔ قوموں کی زندگی میں اور بالخصوص امت مسلمہ کی تاریخ میں بےشمار ایسے نازک موڑ آئے ہیں جب اپنی تدبیر اور نصرتِ خداوندی کے باعث امت بڑے سے بڑے خطرات سے بچ کر صاف نکل گئی ہے اور ذرا سی غفلت وبےتوجہی نے صدیوں کے لیے خطّوں کو اس کے نام ونشان سے خالی کر دیا۔ میرے خیال میں امتِ مسلمہ ہند آج ایک ایسے ہی نازک مقام پر ہے۔ لیکن میرے لیے جو امر سب سے زیادہ پریشان کن ہے اور جس نے میرے دن کا چین اور رات کی نیند غائب کر دی ہے وہ یہ کہ پوری ملتِ اسلامیہ ہند، کیا بڑے کیا چھوٹے، کیا علماء کیا دانشور ہر کوئی صورتِ حال کی نزاکت کے اس احساس سے عاری ہے۔

میرے نزدیک موجودہ صورتِ حال سے کہیں زیادہ خطرناک ہمارا اپنا رویہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بابری مسجد پر کفار و مشرکین کا غیر منصفانہ اور جابرانہ قبضہ ہمارے لیے انتہائی دلآزاری کا باعث ہے، یہ سچ ہے کہ آج ہماری بے شمار عبادت گاہوں کے دروازے ہم پر بند کر دیے گئے ہیں اور بے شمار مساجد و مقابر کے انہدام کا عمل جاری ہے۔ یہ سچ ہے کہ آج ہمارے سرمایۂ حیات قرآن مجید کے خلاف بہتان تراشی کی جارہی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہماری محبوب شخصیت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے سلسلے جاری ہیں، یہ بھی سچ ہے کہ ہمارے شخصی اور عائلی قوانین تنقید و مذاق کا ہدف بنائے جارہے ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کے مذاق اڑانے کی ہر ایرے غیرے ججوں اور تنگ نظری اور تعصب کے محافظوں کو کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے۔

اے اللہ کے نام لیواؤ! اے محمد کے عاشقو! اے توحید کے فرزندو! اے امتِ مسلمۂ ہند کے ممبرو! تمہارے یہ سارے گلے اور شکوے بجا ہیں، میں انھیں تسلیم کرتا ہوں، لیکن محض گلے اور شکووں سے آج کی دنیا میں مسائل حل نہیں ہوتے، غصہ اور جھنجلاہٹ کا اظہار بھی کسی قوم کی قسمت نہیں بدل سکتے اور تم اپنی قسمت کے شاکی کیوں ہو، تمہارے اعتماد کو آخر کیا ہو گیا ہے؟ تم دوسروں کی قسمت لکھنے کے لیے آئے تھے۔ تم یہ کیوں بھول گئے کہ تمہارا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہو سکتا ہے، تمہاری زبان اللہ کی زبان ہو سکتی ہے، تمہارے کان اللہ کے کان ہو سکتے ہیں اور تمہاری آنکھیں اللہ کی آنکھیں ہو سکتی ہیں۔ دنیا کی تقدیر تمہارے ہاتھوں لکھی جانے والی تھی۔ افسوس! تم ذہنی زوال کی کس انتہا پر پہنچ گئے ہو۔ قسمتوں کا فیصلہ کرنے والے آج خود اپنی قسمت پر نوحہ کناں ہیں۔ تقدیر کے فیصلے لکھنے والے آج دوسروں سے اپنی تقدیر لکھوانا چاہتے ہیں۔

اے توحید کے فرزندو! آج تم ذہنی، اخلاقی اور روحانی زوال کی جس انتہا پر پہونچ چکے ہو مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری یہ آواز تمہاری جھنجلاہٹ میں مزید اضافے کا سبب نہ بن جائے تم جن خوش کن نعروں اور مرحبا و تحسین کے عادی ہو چکے ہو مجھے خطرہ ہے کہیں میری یہ باتیں تمہیں مجھ سے متنفر نہ کر دیں۔ تم جس سہل پسندی کے عادی ہو گئے ہو مجھے خوف آتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں جس مشکل راستے کی طرف اشارہ کر رہا ہوں وہ تمہاری حوصلہ شکنی کا سبب بن جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس تلخ حقیقت کے اعتراف کے بجائے اس شخص کی طرف تمہاری انگلیاں اٹھنے

لگیں جو تمہاری ہی بھلائی کے لیے تمہیں ایک بڑے خطرے سے آگاہ کرتا ہے تاکہ تم اس غضبناک تباہی سے بچ سکو۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ میری یہ باتیں تمہیں انتہائی ناگوار گذریں گی، یہ شاید تمہیں کچھ زیادہ ہی تلخ محسوس ہوں لیکن یقین جانو کہ یہ تمہارے لیے زہر نہیں تریاق ہے۔ اسے دوا کا کڑوا گھونٹ سمجھ کر پی جاؤ کہ اس میں تمہارے لیے شفا ہے، زندگی ہے۔

اے اللہ کے نام لیواؤ! آخر تم ہندوستان میں زندہ کیوں ہو؟ یہ سرزمین جو دن بہ دن تمہارے اوپر تنگ ہوتی جارہی ہے، جہاں ہر نیا آنے والا دن تمہاری تکالیف میں اضافے کا سبب بنتا ہے، جہاں بھیڑ اور بکریوں کی طرح تمہارے افراد قتل کردئے جاتے ہیں، جہاں دیکھتے ہی دیکھتے تمہاری بستیاں کی بستیاں ویران ہو جاتی ہیں، جہاں تمہاری عزت و آبرو، جان و مال اور ایمان کچھ بھی محفوظ نہیں رہ گیا ہے، مجھے بتاؤ کہ ان ساری مصیبتوں کے باوجود تمہارے اندر زندہ رہنے کی تمنا کیوں ہے؟ تمہارا جاہ و حشم تم سے چھینا جا چکا ہے، تمہارا تہذیبی اور مذہبی سرمایہ بہت کچھ لٹ چکا اور جو باقی ہے وہ لٹتا جارہا ہے، تمہاری نئی نسل ایک ایسی زبان میں کلام کرتی ہے جو تم سمجھنے سے قاصر ہو۔ لیکن ان واضح حقیقتوں کے باوجود تمہارے کاروبارِ دنیا میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، تم اسی مسرّت کے ساتھ جشن کی محفلوں میں شریک ہوتے ہو، مکانوں کی تعمیر اور ان کی آرائش میں مگن رہتے ہو، شادی بیاہ کی تقاریب میں دل کھول کر پیسے صرف کرتے ہو، برقی قمقموں اور آتش بازی جیسے اصراف میں مبتلا ہوتے ہو۔ اس طرح اپنے طرزِ عمل سے اس بات کا اظہار کرتے ہو کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اگر تم صرف اس لیے زندہ رہنا چاہتے ہو کہ دوسری قوموں کی طرح تم بھی اس دنیا کے مزے لوٹ سکو تو تُف ہے تمہاری زندگی پر۔ کاش کہ ایسی زندگی جینے سے قبل ہی تمہیں موت آلیتی۔ کاش کہ کوئی آسمانی عذاب صفحۂ ہستی سے تمہارا خاتمہ کردیتا تاکہ رسول اللہ کے مقدس مشن کی مٹی تمہارے ہاتھوں پلید ہونے سے بچ جاتی۔

لیکن اگر تمہارا جینا اور مرنا صرف اللہ کے لیے ہے، تم اس لیے زندہ رہنا چاہتے ہو تاکہ انسانوں کی ایک بڑی آبادی کو، جو اس خطہ ارض پر رہتی ہے، جہنم کے عذاب سے بچانے کا سامان کرسکو اور اس آسمانی پیغام کو عام کرسکو جو تمہیں محمد صلعم کے ذریعہ ملا ہے تو یقین جانو ایسی زندگی کی صرف ایک خواہش ہزاروں زندگی کی شمع روشن کرسکتی ہے۔ پھر تمہاری آبادیوں کا تہہ تیغ ہوجانا

مہر و ماہ وانجم کے لیے باعثِ صدرشک ہوگا۔ لیکن افسوس کہ ایسی زندگی تمہاری خواہشوں کا حصہ ہو تو ہو تمہاری عملی زندگی میں اس کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ حقیقت تو وہی ہے جس کا اظہار میں نے اوپر کیا ہے۔ افسوس کہ اس ملک میں تم محض ایک قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہو، تم ایک فریق کی حیثیت سے ہندوستان کی آب وہوا اور اس کے فطری وسائل میں اپنا حصہ طلب کرتے ہو۔ تم حکومت کے ایوانوں میں اپنی نشستیں مانگتے ہو اور محض ایک اقلیت کی حیثیت سے اس ملک میں زندہ رہنا چاہتے ہو۔ آج تمہارے دلوں میں کافروں کی ہیبت بیٹھ چکی ہے۔ معاملہ خواہ ایمان وعقائد ہی کا کیوں نہ ہو اظہار حق کے واسطے تمہارے بڑے بوڑھوں کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، سرکار دربار کی مخالفت کے خیال سے ہی ان کے جسموں پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور ان میں جو ذرا اپنے ہوش وحواس برقرار رکھ پاتے ہیں ان بےچاروں کی زبان سے اگر کوئی بات نکلتی ہے تو یہ کہ پولس میں مسلمانوں کو نمائندگی دی جائے تاکہ وہ فسادات میں خود کو محفوظ محسوس کرسکیں، معاشی اداروں اور سرکاری ملازمتوں میں ہمارے نوجوانوں کے لیے مخصوص کوٹا مقرر کیا جائے جو اس ملک میں ان کے معاشی مستقبل کی ضمانت دے سکے۔ کاش کہ تم اور تمہارا خدا تمہاری حفاظت کے لیے کافی ہوتے اور کاش کہ اللہ کے بہترین رزاق ہونے پر تمہارا یقین ہوتا تو کم از کم اغیار کے در کی گداگری سے بچ جاتے اور خدا کے محبوب رسولؐ کی امت دیارِ ہند میں بے آبرو ہونے سے بچ جاتی۔

آخر تم یہ ہاری ہوئی جنگ کب تک لڑتے رہوگے؟ ایک خالص قومی لڑائی میں شکست تمہارا مقدر ہے۔ اس لیے کہ تمہارا مذہبی ڈھانچہ اور تہذیبی سرمایہ ایک قوم کا نہیں ایک نظریاتی گروہ کا ہے۔ پس جب تک تم اپنے ڈھانچے میں ایک بڑی تبدیلی، بنیادی تبدیلی پیدا نہیں کرتے اس وقت تک وہ حقوق بھی حاصل نہیں کرسکتے جو تعداد کے اعتبار سے کوئی دوسری قوم حاصل کرسکتی ہے۔ اس لیے ایک خالص قومی لڑائی میں کامیابی کے لیے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے کیے گئے عہد وپیمان سے دستبردار ہونا ہوگا اور تب شاید تعداد کے اعتبار سے تمہیں تمہارے حقوق مل جائیں گے۔ لیکن جب تک دلوں میں مقدس تمناؤں کی مشعلیں روشن رہیں گی اور جب تک ہر قومی لڑائی میں عین نازک موڑ پر تمہیں اپنی اصل حیثیت کا احساس ہوتا

رہے گا، رسول اللہ سے کیے گئے عہد و پیمان یاد آتے رہیں گے، خدا کے حضور پیشی کے خیال سے تمہارا سر ندامت سے جھکتا رہے گا، اس وقت تک ایک خالص قومی لڑائی میں بھی تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

بھلا اس پائیلٹ کے بارے میں تم کیا خیال کرو گے جو پرواز کے خوف سے ہوائی جہاز کو زمین پر چلاتا ہو اور اس سے ٹیکسی کا کام لینا چاہتا ہو۔ جو اپنی ناکارگی کو چھپانے کے لیے ہوائی جہاز کو موٹر میں تبدیل کر دینے پر مصر ہو۔ کچھ یہی حال ذوقِ پرواز سے عاری امت کے موجودہ سربراہوں کا ہے جو پرواز کا ہنر سیکھنے کے بجائے امت کے جہاز کو مانندِ ٹیکسی چلانا چاہتے ہیں۔ پرواز میں خطرہ ضرور ہے لیکن اس کے ذریعہ مدتوں کا سفر لمحوں میں طے ہو سکتا ہے، امت کا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل ہو سکتا ہے اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی وہ نظیر دوبارہ دنیا کو دیکھنے کو مل سکتی ہے جس کی مقدس خواہش آج بھی ہر ہندوستانی مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ امت کی زبوں حالی کی چند وجوہات میں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ آج امت کا ہوائی جہاز ٹیکسی ڈرائیوروں کے ہاتھوں لگ گیا ہے۔ یہ لوگ اپنے ارادوں میں خواہ کتنے ہی مخلص کیوں نہ ہوں ان سے ہر لمحہ پوری امت کو خطرہ ہے۔ پس جتنی جلد ان ٹیکسی ڈرائیوروں کے ہاتھوں سے اس جہاز کو نجات مل سکے امت کے حق میں اتنا ہی مفید ہوگا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ پچھلی چھ سات دہائیوں سے ان ٹیکسی ڈرائیوروں نے امت کے جہاز کو جس بدتہذیبی کے ساتھ استعمال کیا ہے اُس نے اِس کی ہیئت ہی مسخ کر دی ہے۔ یہ نہ تو اب فضاؤں میں اڑان بھر سکتا ہے اور نہ ہی سرعت کے ساتھ زمین پر دوڑ لگا سکتا ہے۔ لہٰذا اب اس کی اصل ہیئت میں لوٹانے کے لیے منظم کوشش درکار ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس ضروری مرمت کے دوران تمہیں ایسا لگے جیسے پہلی سی زندگی بھی جاتی رہی ہے، ہو سکتا ہے کہ تم جو محض انجن کی گڑگڑاہٹ سے مطمئن رہنے کے عادی ہو گئے ہو چیخ اٹھو کہ ہمیں سابق حالت ہی میں رہنے دو کہ یہ نیا عمل ان بے ہنگم آوازوں کو بھی روکے دیتا ہے جس سے کم از کم ہماری نفسیاتی تسکین ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم شدتِ احساس سے کانپ اٹھو کہ اس عبوری مرحلے نے رینگنے والی رفتار بھی ہم سے چھین لی ہے، یہ نئی اسکیم کچھ دینے کے بجائے ہم سے بہت کچھ چھین رہی ہے۔ لیکن کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا لازمی ہے۔ اور تم خوب جانتے ہو کہ اس زحمتِ انتظار اور

قربانی کے نتیجے میں اگر مقصدِ مطلوب ہاتھ آگیا، جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، تو پھر تم کو اس ملک میں اپنے حقوق کی بازیابی کی جنگ نہیں لڑنی پڑے گی۔ پھر تم کو مساجد و مقابر کا نعرہ دے کر کوئی سر پھرا اندھی بھیڑوں کی طرح ہنکا کر نہیں لے جائے گا۔

اے میرے عزیز ترین بھائیو! بابری مسجد کا سانحہ یقیناً ہندوستان میں تمہارے لیے ایک ایک بھیانک مستقبل کی پیش گوئی کر رہا ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس سے بھی کہیں زیادہ خطرناک تمہارا یہ رویہ ہے جس کے ذریعہ تم اس مسجد کی بازیابی چاہتے ہو۔ خدا کی قسم تم ایک بڑی خیانت کا ارتکاب کر رہے ہو، تم اللہ کے گھر کے نام پر اپنی قومی لڑائی کی جڑیں مضبوط کر رہے ہو، افسوس کہ اسلام کی آبرو داؤ پر لگاتے ہوئے بھی تمہیں جھجک محسوس نہیں ہوتی۔ تم ہر قیمت پر اپنی قومی ترقی کا سامان کرنا چاہتے ہو، کاش کہ تم نے ماضی کے تجربات سے کچھ سبق لیا ہوتا۔ تمہارے اسی اندازِ فکر نے محض قومی مفاد کی خاطر ملک کو تقسیم کروالیا، تمہیں اس بات سے تو خوف آتا تھا کہ غیر منقسم ہندوستان میں تم معاشی بدحالی کے شکار ہو جاؤ گے، ہندو تم پر حاوی ہو جائیں گے اور اس لیے ایک الگ خطے کا حصول ناگزیر ہو گیا۔ لیکن تمہیں اس بات کی کوئی فکر نہ رہی کہ منقسم ہندوستان کو اگر مسلمانوں نے خالی کر دیا تو عرصۂ دراز تک یہ سرزمین اللہ اکبر کی صداؤں سے خالی ہو جائے گی اور انسانوں کی ایک قابلِ لحاظ آبادی تک اللہ کا پیغام پہونچانے کے سارے راستے یک لخت بند ہو جائیں گے۔ پھر اس لولی لنگڑی قومی فکر کے نتیجے میں جو کچھ حاصل ہوا اور خدا کے نام پر مفاد پرستوں کے حاصل کردہ ملک پاکستان میں جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ خدا کا عذاب ہے، ایک بڑی خیانت کی سزا ہے۔ کاش کہ تم اس سے کچھ سبق لو۔ ان قومی مفاد پرستوں نے دشمنانِ اسلام کو یہ کہنے کا موقع دیا کہ دیکھو پاکستان میں اسلام فیل ہو گیا۔ جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام کو داخل ہونے کا سرے سے موقع ہی نہیں دیا گیا۔ روزِ اول سے جس خطرناک غلطی کو روا رکھا گیا وہ یہ تھی کہ ملتِ اسلامیہ پاکستان کی تنظیم نظریاتی بنیادوں پر کرنے کے بجائے نام نہاد قومی بنیادوں پر کی گئی اور جب قوم سے وابستگی اللہ سے وابستگی پر سبقت لے جائے، جب قومی مفاد سب کچھ قرار پائے تو ایسی صورت میں قوم کے اندر مختلف فرقوں کا وجود میں آنا، اور ان کے درمیان باہمی کشمکش اور پھر خون ریزی کا ہونا عین فطری ہے۔ میں نے تقسیم کے سانحہ کا قدرے تفصیل سے اس لیے

ذکر کیا کہ آج پھر مجھے اسی قسم کے خود غرضانہ اور نفس پرستانہ قومی نعرے سنائی دے رہے ہیں۔ آج پھر قوم سے وفاداری جسے ہم نے "ملّی ذمہ داریوں" کا نام دے رکھا ہے، اللہ سے وفاداری پر سبقت لے جا رہی ہے۔

میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ مسحور کن قومی نعرے اور قومی مفاد کے لیے کی جانے والی کوششیں تمہارے درد کا درماں نہیں ہوسکتیں۔ ایک خالص قومی لڑائی میں تمہاری شکست یقینی ہے، افسوس کہ تمہاری اخلاقی پستی نے شکست و فتح کی تمیز بھی تم سے چھین لی ہے۔ ذرا غور کرو، اس غلط رویے کے ذریعہ ایک طویل قومی لڑائی کے نتیجے میں اگر تم نے بابری مسجد حاصل کر بھی لی تو اس سے اسلام کا کیا بھلا ہو جائے گا؟ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم مقابل قوم کے سامنے سینہ پھلا کر کہہ سکو گے کہ تم ایک زندہ قوم ہو۔ تم اپنے قومی غرور کے نشے میں سرشار دوسروں پر حقارت بھری نظروں کے تیر پھینک سکو گے، لیکن یہ عمل جسے تم اپنی فتح سمجھ بیٹھے ہو دراصل تمہاری سب سے بڑی شکست ہوگی کہ اس پورے عمل میں تم نفرت کی جو فضا تیار کرو گے اور دوسری قوموں کے تعصب کی جس حد تک آبیاری کر چکے ہوگے، جس کا سلسلہ تمہارے سیکولر قوم پرست رہنماؤں کے ذریعہ شروع ہو چکا ہے، تو یقین جانو نفرت اور تنگ نظری اور قومی تعصّب کا یہ بھیانک سیلاب تمہارا داعیانہ تشخص بھی بہالے جائے گا۔ نتیجتاً ہندوؤں کی ایک بڑی اکثریت جس میں ابھی دعوتِ دین کے خاصے مواقع موجود ہیں اور جو وسیع النظری کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہتی ہے انھیں بھی تم ضد و تعصب کی دیواروں میں محصور کر دو گے۔ اس طرح قومی خطوط پر بابری مسجد کی بازیابی ملک میں ایک طویل عرصے کے لیے دعوت و تبلیغ اور افہام و تفہیم کا دروازہ بند کر دے گی۔ اور پھر یہ سلسلہ یہیں نہ رکے گا، مقابل قوم کا احساس شکست اس کے اندر انتقام اور نفرت کا شدید جارحانہ داعیہ پیدا کر دے گا اور پھر تمہیں اپنے تعمیر یافتہ قومی تعصّب کے خول میں بھی پناہ نہ مل سکے گی۔

تمہاری سادہ لوحی پر ترس آتا ہے، تم فتح کی آس لگائے شکست کے راستے پر گامزن ہو۔ نصر من اللہ کے نعرے لگاتے اور خود میں مطمئن رہتے ہو، تمہارے دلوں میں پرواز کی تمنا ضرور ہے اور تم بلندی کے طالب بھی ہو البتہ اس حقیقت کا ادراک تمہیں جتنا جلد ہو جائے بہتر ہے کہ بلندی کے شوق میں تم جس مشین پر سوار ہو وہ دراصل کوئلے کی کان میں لگی ہوئی لفٹ

ہے جو ہر لمحے تمہیں سطح زمین سے نیچے کی طرف لیے جارہی ہے۔ تم حرکت سے مطمئن ہو اور یہ نہیں دیکھتے کہ تمہاری حرکت کا رخ کیا ہے تم اپنی تمناؤں کی دنیا کو حقائق کے تابع کرنا نہیں چاہتے بلکہ یہ چاہتے ہو کہ حقائق تمہاری آرزوؤں کے تابع ہو جائیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ جس طرح کلکتہ جاتے والا مسافر بمبئی جانے والی گاڑی میں سوار ہو جائے، کلکتہ پہونچنے کے لیے اپنی نیک خواہشات اور تمناؤں کا خواہ کتنا ہی اظہار کیوں نہ کرے اور کلکتہ پہونچنے کی کیسی ہی تڑپ اس کے دل میں کیوں نہ ہو وہ بالآخر بمبئی ہی پہونچے گا۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ ہم عملی کوشش تو قومی غرور کی نشو نما کی کریں اور توقع اعلائے کلمۃ الحق اور اسلام کی سربلندی کی کریں۔ کاش روزمرہ کے حقائق کی طرح یہ بات بھی تمہاری سمجھ میں آجاتی۔

یہ خالص قومی لڑائی جسے تم جوشِ مسلمانی میں کفر و اسلام کی جنگ سمجھ بیٹھے ہو، ذرا دیکھو اس کی باگ ڈور کن ہاتھوں میں ہے، اس کی قیادت کون لوگ کر رہے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص جس نے کمپیوٹر کا فقط نام سنا ہو' اس کے دل میں کمپیوٹر کی اعلیٰ کارکردگی کے لیے جذبۂ تحسین بھی موجود ہو لیکن وہ اس کے طریقۂ عمل کی الف بے سے بھی ناواقف ہو، ایک ماہر کمپیوٹر کہلا سکے؟ کیا عملی زندگی میں ایک ایسے شخص کو، جس کے پاس اس سلسلے کی کوئی شخصی تربیت بھی نہ ہو، تم اپنا قیمتی کمپیوٹر حوالے کیے دیتے ہو؟ اور کیا تم ایک ایسے شخص کے برآمد کردہ نتائج پر یقین کر لیتے ہو؟ اگر نہیں تو دین کے بارے میں تم اتنے بے حس کیوں ہو؟ تم ان ناتجربہ کاروں کے ہاتھوں امت کی باگ ڈور کیوں حوالے کیے دیتے ہو جنھیں نہ تو راہ کی آشنائی ہے اور نہ ہی اس راہ کی دشوارگذاریوں کا علم۔ جنھیں نہ تو امت کی حقیقی حیثیت کا احساس ہے، اور نہ ہی جو خدا اور اس کے رسول کی متعین کردہ راہوں پر امت کے قافلے کو لے جانے کے خواہاں ہیں اور نہ ہی خود ان کی ذاتی زندگی میں اسلام چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ کبھی تقاریر کی حد تک اس کا تذکرہ غلط انداز آ بھی گیا تو اس طرح گویا اسلام اللہ کا پیغام نہیں بلکہ ہمارا مجموعی قومی تعصب ہے جو ہر قومی لڑائی میں بجرنگ بلی کے نعروں کو شکست دے سکتا ہے۔

موجودہ قیادت علی الاعلان سیکولر ہے، یہ سیکولرازم کے راستے تمہیں تمہاری عظمتِ رفتہ کی بازیابی کا سبز باغ دکھاتی ہے۔ یہ تم سے تمہاری کھوئی گئی جاہ وحشم اور عزت و وقار واپس

دلانے کی بات کرتی ہے جوان راستوں سے ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے۔ جس طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ کارخانہ تو موٹرسازی کا لگایا جائے، ساری تیاریاں موٹرسازی کی ہوں، تربیت یافتہ افراد موٹرسازی کے ماہرین ہوں اور ان ساری تیاریوں کے بعد اچانک اس کارخانہ سے ہوائی جہاز کے پرزے ڈھل کر نکلنے لگیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ سیکولرازم کے کارخانے سے اسلام ڈھل کر نکلنے لگے یا کوشش تو سیکولرازم کی سربلندی کی ہو اور نتیجہ اسلام کی سربلندی کی شکل میں سامنے آئے۔ لیکن افسوس کہ تم ان واضح حقیقتوں سے صرف نظر کرتے ہو تم سیکولرازم کے محافظوں کو دانستہً اسلام کا محافظ سمجھ بیٹھے ہو۔

قومی قیادت کے پلیٹ فارم سے بار بار انتہائی واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اظہار ہو چکا ہے کہ بابری مسجد ایک علامت ہے، یہ ایک بڑی طویل لڑائی کا نقطۂ آغاز ہے، یہ دراصل اس بات کی علامت ہے کہ ہندوستان میں سیکولرازم کی بنیادیں ہلنے لگی ہیں۔ تم سے سیکولرازم کے احیاء کے لیے سربکف ہو کر نکلنے کی اپیل کی جاتی ہے اور تم بے سوچے سمجھے اس طویل جنگ میں کود پڑتے ہو۔ اس لیے کہ تمہیں سیکولرازم میں سکون نظر آتا ہے، اپنے قومی مفاد کا تحفظ نظر آتا ہے، تم سیکولرازم کو اپنی حفاظت کا ذریعہ سمجھ بیٹھے ہو، سیکولرازم تمہارا محافظ ہے، تمہارا خدا تمہارے لیے کافی نہیں۔ فکر و نظر کی اس پستی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ تم ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہتے ہو پس جو کوئی بھی تم سے زندگی بخشنے کا وعدہ کرتا ہے تم اس کے پیچھے ہو لیتے ہو۔ کاش کہ تم زندگی کے اتنے آرزومند نہ ہوتے تو شاید اس حقیقت کو سمجھ پاتے کہ زندگی کے نام پر جانے والا یہ راستہ دراصل موت کی مہیب خوفناک گھاٹیوں میں جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ کاش کہ اب بھی تم اپنے قدم درست کرسکو۔

بالفرضِ محال ایک طویل جدوجہد اور قربانیوں کے نتیجے میں اگر تم اس سیکولر جمہوریت کی ہلتی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو بھلا بتاؤ کیا تمہارا اسلامی وقار بحال ہو جائے گا؟ کیا تمہاری عظمتِ رفتہ لوٹ آئے گی؟ کیا تم اس لائق ہوسکو گے کہ دنیا کے سامنے خلافت علیٰ منہاج النبوت کی عملی تعبیر پیش کرسکو؟ یہ تو خیر وہ چیزیں ہیں جو اب تمہاری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہیں۔ ان پست مقاصد کی طرف آؤ جن کے لیے تم یہ جنگ لڑ رہے ہو اور جن کے لیے

تم بڑی سے بڑی قربانیوں کی بات کرتے ہو گیا ایک واقعی سیکولر جمہوریت کا قیام تمہاری محض دنیاوی عظمت کی گارنٹی بھی دے سکے گا؟ ایک جمہوری نظام میں دوسری قوموں کے مقابلے میں آخر تمہارا وجۂ افتخار کیا ہوگا؟ قوت کی اس لڑائی میں یا تو بڑی قوتیں تمہیں نگل لیں گی یا اپنی بے بسی کو تسلیم کرتے ہوئے تمہیں ان سے سمجھوتہ کرنا ہوگا۔ اور پھر یہ حقیقت تم پر منکشف ہو جائے گی کہ ؎

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

یقیناً یہ صورتِ حال تمہارے لیے انتہائی پریشان کن ہوگی، پیچھے مڑ کر اس طویل جنگ کی "برکتوں" پر نظر ڈالو گے، ناکامی کا شدید احساس تمہارے قویٰ شل کر دے گا، تم میں اتنا حوصلہ اور کس بل بھی نہیں رہ جائے گا کہ اپنی حفاظت ہی کر سکو اور تب کفِ افسوس ملنے سے کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔

دلوں کا حال یقیناً صرف اللہ کو معلوم ہے لیکن تمہارے رہنماؤں کے قول وفعل سے جو کچھ بالکل عیاں ہے، اس کے بعد دل کے حالات جاننے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ ان کے متواتر بیانات اور طریقۂ کار نے یہ واضح کر دیا ہے کہ دراصل ان کے عزائم کیا ہیں، وہ کس قسم کی جنگ لڑنا چاہتے ہیں اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ ان واضح حقیقتوں کے باوجود تم کرتے کیا ہو۔ شاید تمہیں خدا کے سامنے پیش کرنے کے لیے یہ عذر بھی نہ مل سکے کہ اے خدایا ہم نے دھوکہ کھایا، ہمارے رہنما ہمیں اسلام کے نام پر فریب دیتے رہے اور ہماری گردنوں کے نذرانوں سے کفر کو استحکام بخشتے رہے۔ اس لیے کہ حقائق آج بھی تم پر واضح ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے رہنماؤں کے مشترکہ پلیٹ فارم سے بار بار یہ آواز آ رہی ہے کہ ہم اس جنگ میں ہر اس شخص، پارٹی یا گروہ کا تعاون لیں گے جو کسی حد تک بھی ہماری تعاون کی درخواست پر لبیک کہے گا۔ اور تم دیکھتے ہو کہ غیر مسلم سیاسی پارٹیوں کے غیر مسلم نمائندے تمہارے جلسوں میں حمایت کے اعلان کے لیے آتے ہیں، وہ اس جنگ میں اپنی شرکت اور تمہاری مدد کا وعدہ کرتے ہیں۔ تم ان گرما گرم تقریروں سے باغ باغ ہو جاتے ہو، تم دماغ سے خالی اور اعتماد سے عاری ہو، ہر مسحور کن نعرے پر ناچ اٹھتے ہو، اور اس طرح اپنی کمزوریوں سے دوسروں کے لیے سیاسی استحصال کا موقع فراہم کرتے ہو۔ تم یہ نہیں دیکھتے کہ تمہاری مدد کے وعدے کرنے والا کون ہے۔ آخر تمہاری مساجد اور قرآن کے تحفظ میں انھیں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جن کا سرے سے اس پر کوئی ایمان ہی نہ ہو۔ آخر تم کون سی اسلامی جنگ لڑنا

چاہتے ہو جس میں کفر بھی شانہ بہ شانہ تمہاری حمایت کا اعلان کرتا ہے۔ افسوس کہ غیر اسلامی قوتوں کے تعاون سے ایک خالص غیر اسلامی قومی لڑائی کو تم ایک مذہبی جنگ سمجھ بیٹھے ہو۔ اللہ اکبر کے نعرے آج تمہارے ہاتھوں کتنے مظلوم ہیں۔ کاش کہ تم اللہ اکبر کے نعروں کا سہارا نہ لیتے، تم پر جو گذرتی سو گذرتی کم از کم اسلام کی صورت مسخ ہونے سے بچ جاتی۔

رہے وہ لوگ جو امتِ مسلمہ ہند کو اندھی بھیڑوں کی طرح ہنکا کرلے جانے چاہتے ہیں؛ جو ان کی گردنوں کے فوارے سے اپنی خواہشات کے باغ سیراب کرنا چاہتے ہیں اور جو بے بس امت کی لاش پر ہوا و ہوس کے محل تعمیر کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ اس حقیقت کو جتنا جلد سمجھ لیں ان کے حق میں اتنا ہی بہتر ہے کہ وہ خود غرضی کی انتہائی کھوکھلی بنیادوں پر استحکام کے فریب میں مبتلا ہیں۔ اگر امت کی جمہور کو ان کے خود غرض مذموم ارادوں کی بھنک بھی لگ گئی تو ان کی سیاست کا سارا پانسہ پلٹ جائے گا، پھر شاید انھیں ان کے وجود کے تحفظ کی بھیک بھی نہ مل سکے اور عین ممکن ہے ان کا یہ خوف حقیقت میں تبدیل ہو جائے، ان نا عاقبت اندیش رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت سے صرفِ نظر نہ کریں۔ وہ محمدؐ کی امت کے جذبات سے مزید نہ کھیلیں کہ محمد کی امت کو اگر ہوش آگیا اور یہ بیدار ہو گئی تو شاید کعبہ کے غلاف میں لپٹنا بھی انھیں زندگی کی ضمانت نہیں دے سکے گا۔

تم دیکھتے ہو کہ بابری مسجد کی بازیابی کی ایک اپیل پر لاکھوں مسلمان دہلی میں جمع ہو جاتے ہیں ان میں قابلِ لحاظ تعداد ان سادہ لوح مسلمانوں کی بھی ہوتی ہے جو اپنی ساری کج فہمی کے باوجود انتہائی خلوص کے ساتھ اللہ کے گھر کی بازیابی کے لیے آتے ہیں جن کا نہ کوئی سیاسی عزم ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی دنیاوی مقصد۔ جو انتہائی خطرناک ماحول میں اپنی جان کو داؤ پر لگا کر اللہ کے گھر کے نام پر تمہاری آواز پر جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ تم ان مخلص روحوں کا سودا کرتے ہو تم میں سے ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس بھیڑ کی قیمت وصول کر سکے ؎

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذر و دلقِ اویس و چادرِ زہرہ

امت کے بیچ کھانے کے عمل میں بھی تم انتہائی بد تہذیبی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ سروں کی بہار

دیکھ کر تمہارے اندر کا آدم خور شیطان قہقہے لگاتا ہے، تمہارے اسٹیج سے بھانت بھانت کی خوفناک آوازیں آتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے بابری مسجد کا اصل قائد میں ہوں اور وہ جو مشہور ہوگیا ہے اس کی شہرت خواہ مخواہ ہے۔ کوئی کہتا ہے واہ بھئی واہ معاملہ تو میں نے شروع کیا تھا، فضا میں نے بنائی تھی، مقامی طور پر اہمیت میری تھی اسے وہ کیسے لے اڑا جس کا شہرہ اب عام ہے۔ کوئی کہتا ہے فلاں شخص اس لیے اس تحریک کا قائد نہیں ہو سکتا کہ اس کا تعلق فلاں پارٹی سے ہے تو کوئی کہتا ہے خود فلاں صاحب جو ایسا کہتے ہیں ان کا تعلق سرکار دربار سے ہے تو کوئی کہتا ہے بابری مسجد خود اس تحریک کی قائد ہے اسے کسی قائد کی ضرورت نہیں۔ اس طرح اسلام اور اللہ کے گھر کے نام پر تم کمال بد تہذیبی کا مظاہرہ کرتے ہو، اسلامی اتحاد کی غلط اور مسخ شدہ شکل دنیا کے سامنے پیش کرتے ہو، محض اپنی دنیا کے حصول کے لیے امت کی اندرونی کمزوریوں کو طشت از بام کیے دیتے ہو۔ افسوس کہ تم امت کے راز کو برسرِ عام نیلام کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

اے میرے عزیز ترین بھائیو! آج تم ایک عجیب افسردہ صورتِ حال سے دوچار ہو۔ اغیار سے جو خطرہ تھا وہ تو ہے ہی۔ اپنے بھی تمہارے استحصال کے درپے ہیں، راہیں مسدود نظر آتی ہیں، آخر گھپ اندھیرے میں تم کب تک ٹامک ٹوئیاں مارتے رہوگے۔ آج تم حالات کے ہاتھوں کتنے بے بس بنا دیئے گئے ہو، اسی احساس نے مجھے پریشان اور مضطرب کر رکھا ہے۔ لیکن میرا محض اضطراب بھی تمہارے لیے کسی خوشگوار تبدیلی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ آؤ اللہ سے توفیق اور نصرت کی دعا مانگو۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے ‏ ‏ امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو نکلا تھا بڑی شان سے وطن سے ‏ ‏ پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

لیکن اے میرے بھائی مجھے تم سے اگر کوئی امید ہے تو وہ صرف اس لیے کہ تم میں سے اکثر لوگ اللہ کے گھر کی بازیابی کے لیے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ تمہارے اندر اللہ کے نام پر قربان ہونے کا جذبہ وقتی ہی کیوں نہ سہی، پایا جاتا ہے۔ تم آج بھی اس گئی گذری حالت میں اللہ کے گھر کو اپنی گردنوں پر ترجیح دینے کا عزم رکھتے ہو۔ اور سچ پوچھو تو دل موہ لینے والے تمہارے اسی مخلص عمل نے

مجھے اس بات پر مجبور کیا ہے کہ تمہارے سامنے باتوں کو صاف صاف بیان کر دوں اور تمہیں خلوص کے سوداگروں سے بچانے کے لیے مجھ سے جو کچھ بن پڑے میں کروں۔ تمہارے اس مخلصانہ عمل کو ایک سمت ملنے کی ضرورت ہے اگر ایسا ہو گیا تو یقین جانو کہ ساری کی ساری سرزمین ہند اللہ کی مسجد میں تبدیل ہو جائے گی۔

ہو سکتا ہے میری ان باتوں کی مخالفت پر تمہارے سمجھدار لوگ بھی آمادہ ہو جائیں کہ اتنی سچی باتوں کی اس وقت ضرورت نہ تھی۔ ہو سکتا ہے انھیں ان باتوں سے قومی اتحاد کی بنیاد ہلتی ہوئی محسوس ہو اور ایسا لگے جیسے میں وقتی اتحاد کو نقصان پہونچا رہا ہوں۔ لیکن میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ تم جسے اتحاد سمجھ بیٹھے ہو وہ دراصل انتشار ہے، غیر تربیت یافتہ لوگوں کی بھیڑ ہے۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ تمہارے قائدین اور عوام قول و عمل میں کس افسوسناک انتشار کا شکار ہیں۔ عملی ہم آہنگی تمہاری صفوں میں مفقود ہے۔ اس غیر تربیت یافتہ بے ہنگم بھیڑ سے اگر تم یہ توقع رکھتے ہو کہ معرکہ تمہارے حق میں ہوگا تو یہ تمہاری خطرناک خوش خیالی ہے۔ تم کہتے ہو ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہے دراصل تم حقائق سے منہ موڑتے ہو، تم صرف اچھی خبریں سننا چاہتے ہو۔ تم اس اتحاد کو اپنی تاریخ کا عظیم الشان اتحاد کہتے ہو اور لوگوں کو دعوت دیتے ہو کہ بھلا برا جیسا بھی اتحاد ہے اس میں شامل ہو جاؤ۔ لیکن تم یہ نہیں دیکھتے کہ اس اتحاد کی واقعی حقیقت کیا ہے اور یہ تمہیں کہاں لیے جا رہا ہے۔ تم اتحاد کے فریب میں مبتلا اجتماعیت کی آواز لگانے والے ہر گروہ کے ساتھ ہو لیتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ اب اتحاد وجود میں آگیا ہے تو یقیناً کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ اتحاد کفر کے لیے وجود میں آیا ہے یا اسلام کے لیے۔ عرصے سے اتحاد تمہاری آرزوؤں کا حصہ ہے پس جو کوئی بھی اتحاد کا نعرہ لگاتا ہے تم اس کے پیچھے ہو لیتے ہو۔

تم ہر قیمت پر اپنی فتح کے خواہاں ہو خواہ اس کے لیے اصولوں کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ آج اسی اتحاد کے ایک گوشے سے ہریجن مسلم اتحاد کی باتیں آرہی ہیں۔ تم اس فریب میں مبتلا ہو کہ شاید ہریجنوں کے ساتھ اتحاد تمہاری قوت میں اضافہ کر دے گا، شاید تم اس کے ذریعہ ہند و احیاء پرستی کے سیلاب پر بندھ باندھنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ تم اپنے اس مکروہ عمل کو اسلامی لباس پہنانے کے لیے ظالم اور مظلوم OPPRESSOR اور OPPRESSED، مستضعفین اور مستکبرین

جیسے الفاظ کا سہارا لیتے ہو۔ اور یہ نعرہ بلند کرتے ہو کہ ظالم کے مقابلے میں مظلومین کو متحد ہو جانا چاہیے۔ ہریجنوں اور دوسرے کمزور طبقات سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہو اور اپنے اس عمل کو مظلومین کی مدد کا اسلامی فعل گردانتے سے بھی باز نہیں آتے۔ تم یہ بالکل بھول جاتے ہو کہ مظلومین کی مدد کے اس احساس کے پسِ پردہ صرف اور صرف تمہاری خودغرضی کارفرما ہے۔ مظلومین کی مدد اور نصرت کا یہ جذبہ دراصل تمہارے اپنے احساسِ عدم تحفظ کی پیداوار ہے۔ تمہارا مکروہ عمل مظلومین کی مدد کے ایک خالص اسلامی حکم کو اپنی خودغرضی کے ساتھ ملا کر ایک ایسا معجون تیار کرتا ہے جس سے اس عظیم اخلاقی حکم کی تصویر مسخ ہو جاتی ہے۔ اس طرح تم اسلام اور اسلامی تاریخ کی ایک بالکل ہی غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہو۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ دو مخالف نظریات کی حامل جماعتیں، جن کا اپنا اپنا واضح طرزِ فکر ہو کسی ایک مقصد کے لیے باہم متحد ہو جائیں۔ ایسا اسی صورت میں ممکن ہے جب دونوں اپنے اپنے اصول و نظریات سے جزوی دستبرداری کے نتیجے میں کسی سمجھوتے پر پہونچ سکیں۔ لیکن ایسی صورت میں جو ملغوبہ تیار ہوگا وہ اسلام نہیں ہوگا اسے کچھ اور نام دینا پڑیگا۔ بھلا تم یہ کیسے توقع کرتے ہو کہ ٹرین میں مخالف سمت سے جڑنے والا انجن اس کی رفتار میں مزید اضافے کا سبب بن جائے گا۔ البتہ اس کے نتیجے میں یا تو پوری ٹرین سکونی حالت میں واپس آجائے گی یا ان میں جو مضبوط انجن ہوگا وہ ٹرین کو اپنی سمت میں لے جائے گا۔ اس جمہوری نظام میں جہاں ہریجن تعداد میں تم سے بہت زیادہ ہیں، عین ممکن ہے گاڑی کا ہریجن انجن اسے اپنی سمت میں لے اڑے۔ اُس وقت تمہارے حصے میں بے بسی کے علاوہ کچھ بھی نہ آئے گا۔ ماضی میں ایک ایسا ہی تجربہ تمہارے بزرگوں نے ہندو کانگریس کے ساتھ اتحاد کی شکل میں کیا تھا جس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے، تم آج تک اس کا خمیازہ بھگت رہے ہو، کاش کہ اس تجربے میں تمہارے لیے سبق ہوتا۔

ایک دوسرا طرزِ فکر جسے اب تمہارے درمیان مقبول ہونے کے آثار ہو چلے ہیں وہ ہریجن اور برہمنوں کے مابین منافرت کی پرورش کا خیال ہے۔ اس میں تم بہت زیادہ کشش محسوس کرتے ہو اس لیے کہ یہ تمہاری کوتاہ اندیش غیر اسلامی قومی سیاست کے چوکھٹے میں فٹ آتا ہے۔ تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ ہریجنوں اور برہمنوں کے درمیان نفرت کا بیج بو کر اپنے

قومی استحکام کا سامان کرلو گے لیکن تم اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز کیسے دیتے ہو کہ نفرت بونے والے نفرت ہی کی فصل کاٹ سکتے ہیں محبت کی نہیں۔ محمدؐ کی امت کی اس سے بڑی اور کیا بدنصیبی ہوسکتی ہے کہ وہ نفرت کی اشاعت میں اپنی عافیت جانے۔ محبت کے پیغامبر کی امت کے لیے اس سے بڑا سانحہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ نفرت کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہوجائے۔ تم یہ کیوں بھولے جاتے ہو کہ تم محبت کا پیغام لے کر آئے تھے، تمہارا کام دلوں کو جوڑنا ہے نہ کہ توڑنا۔ تمہارے رسول نے گالیاں کھا کر بھی دعائیں دی ہیں۔ طائف کے اس انتہائی سخت دن بھی جب رحمتِ عالم کا جسم لہولہان تھا، جب حالت یہ تھی کہ جوتوں میں خون جم گیا تھا اس شام بھی طائف سے لوٹتے ہوئے نبیؐ رحمت نے اہلِ طائف کی ہدایت کے لیے دعائیں کی تھیں حالانکہ وہ اگر چاہتے تو ان کی ایک بد دعا اہلِ طائف کا صفایا کرنے کے لیے کافی ہوسکتی تھی۔ لیکن یہ عمل نہ تو رحمت کے پیغمبر کو زیب دیتا تھا اور نہ ہی اس کی امت کے شایان شان ہے۔ اگر کانٹوں کے جواب میں تم بھی کانٹے بچھاتے رہے تو یقین جانو یہ دنیا صرف کانٹوں سے بھر جائے گی اور اس دنیا میں پھول کہیں بھی نظر نہ آئے گا، کیا تم ایک ایسی ہی دنیا کے آرزومند ہو؟

افسوس کہ تمہارا جوہرِ قابل بھی ہوا وہوس کا شکار ہوگیا۔ تمہارے درمیان چند ایسے نظریاتی گروہ موجود تھے جن سے بجا طور پر توقع کی جاتی تھی کہ جب تم قومی تعصب کی دیواروں میں خود کو محصور کر رہے ہوگے، جب تم خود اپنی تباہی کا سامان کر رہے ہوگے وہ تمہارا ہاتھ پکڑ لیں گے خدا اور اس کے رسول سے کیے گئے عہد وپیمان کی یاد دہانی کرائیں گے۔ لیکن افسوس بتدریج یہ نظریاتی گروہ بھی اس مقام پر آپہونچے ہیں جہاں ان میں اور عامۃ الناس میں کچھ زیادہ فرق نہیں رہ گیا ہے۔ یہ تمہاری ملی تاریخ کا کتنا بڑا سانحہ ہے کہ تمہارے درمیان چند نفوس پر مشتمل ایک ایسا گروہ بھی نظر نہیں آتا جو تمہیں اللہ کے رستے کی طرف بلائے اور اللہ کے دین کے لیے خالص ہونے کی دعوت دے۔ اگرچہ کہیں کہیں اعلائے کلمۃ الحق اور اقامتِ دین کی باتیں اب بھی ہوتی ہیں لیکن بجھے دلوں اور تھکے حالوں سے۔ یہ روح سے خالی اور عمل سے عاری خوبصورت الفاظ ہیں، ان میں پہلی سی بات ہے اور نہ ہی ان کو کہنے والی پہلی سی زبانیں ہیں۔ اور عملاً جو کچھ ہے وہ اسی قومی تعصب کے فروغ کی کوشش ہے جس کے انجام کی تباہی سے وہ خوب واقف ہیں۔

یہ کتنا بڑا سانحہ ہے کہ وہ لوگ جو دنیا میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے اٹھے تھے جنھوں نے زمانے کے مستحکم نظام ہائے حیات کو چیلنج کیا تھا، جو خود اعتمادی اور خدا اعتمادی کی دولت سے مالامال وقت کی بڑی سی بڑی طاقتوں سے ٹکر لینے کا عزم رکھتے تھے، جنھیں اسلامی نظام کے علاوہ ہر نظام سے الجھن ہوتی تھی، خواہ ہندوستان کا سیکولر نظام ہی کیوں نہ ہو، رفتہ رفتہ اس مقام پر جاپہونچے ہیں جہاں اسلام کو سیکولرازم کے چوکھٹے میں فٹ کرنے اور اسے موجودہ سیکولر نظام کے تابع کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ وہ جنھیں "سیکولر مسلمان" اور "اسلامی سوشلزم" جیسی ترکیبوں سے بھی ابکائی آتی تھی آج اسلام اور کفر کا ملغوبہ بلا تکلف نگل جاتے ہیں۔ ہندو رہنماؤں کو اپنی قومی جنگ کا قائد گردانتے ہیں اور اس شرط پر ہندو امیدواروں کو ووٹ دینے کی تبلیغ کرتے ہیں کہ وہ ان کے مقاصد سے متفق ہوں اور ان کے کاز سے ہمدردی رکھتے ہوں۔ ایسی صورت میں دو ہی باتیں ممکن ہیں یا تو وہ ہندوؤں کے لیئے اسلام کا ایک قابلِ قبول ایڈیشن تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں یا اپنے داعیانہ رویے سے انحراف کے نتیجے میں ایک ایسے مقام پر جاپہونچے ہیں جہاں غیر اسلامی قوتوں کو اپنا ہمدرد وغمخوار بنانا ممکن ہے۔

جو چیز ان نظریاتی گروہوں کو عامۃ الناس سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کے اپنے نظریاتی گروہ ہونے کا احساس ہے، شریک تو اس قومی لڑائی میں وہ بھی برابر کے ہیں لیکن کچھ شکوک و شبہات کے ساتھ۔ البتہ یہ شبہات اتنے قوی نہیں کہ عمل کی راہیں متعین کرسکیں۔ تم دیکھتے ہو کہ عین لڑائی میں انھیں اپنے نظریاتی گروہ ہونے کا احساس ہوتا ہے، وہ اس قومی لڑائی سے علیحدہ رہنے کا ایک کمزور سا فیصلہ بھی کرتے ہیں، لیکن اس تحریری صفائی کے باوجود ان کے نمائندے اس قومی جنگ میں شریک ہوتے ہیں۔ بجھے دلوں سے ہی سہی قومی تعصب کی آگ بھڑکانے میں حصہ ان کا بھی ہوتا ہے۔ یقیناً ان نظریاتی گروہوں میں ابھی ایسی مخلص روحیں موجود ہیں جنھیں اس بھیانک غلطی کا احساس ہوگا، لیکن یہ شاید اتنے آگے جاچکے ہیں کہ واپس آنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ان کا ضمیر انھیں جھنجھوڑتا ہے، کچوکے لگاتا ہے اور انھیں یقیناً واپسی کا خیال بھی آتا ہے لیکن اٹھتے قدم ہر مرتبہ یہ سوچ کر رک جاتے ہیں کہ قوم پر اس کا ردّ عمل کیا ہوگا؟ غلطی ہی سے سہی، جن قومی بنیادوں پر امت کی نشو و نما ہوئی ہے ایسا نہ ہو کہ ایک ایسے موقع پر جب قومی تعصب

اپنی انتہا پر ہے ان کا لوٹ آنا قوم کی ناراضگی کا سبب بن جائے۔ افسوس کہ اللہ کا خوف قوم کے غضب کے مقابلے میں ماند پڑ گیا ہے۔

میرے عزیز ترین مخلص بھائیو!

میں نے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک شمع روشن کی ہے، بلکہ سچ پوچھو تو میں نے خود کچھ نہیں کیا ہے۔ میں نے صرف تمہیں وہ سبق یاد دلانے کی کوشش کی ہے جسے تم بھول چکے ہو، خدا اور اس کے رسول سے کیے گئے عہد و پیمان کی طرف توجہ دلائی ہے جو تمہارے ذہنوں سے محو ہو چکا ہے، کوشش کی ہے کہ تمہیں قومی تعصب کے اس جہنم سے بچا سکوں جس کی طرف تم غیر شعوری طور پر گامزن ہو، ایک ایسی خطرناک صورت حال میں جب کہ نظریاتی گروہوں میں بچی کھچی زندہ روحیں بھی قومی غضب کی متحمل نہیں، ان کا داعیانہ تشخص قومی تعصب کے سیلاب میں بہہ چکا ہے۔ میں کانپ اٹھتا ہوں کہ ہندوستان جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسولِ مقبول نے فرمایا تھا کہ مجھے ہند سے خوشبو آتی ہے، اس ہند کے مستقبل کا کیا ہوگا؟ صورتِ حال انتہائی نازک ہے، یقین جانو کہ اگر تم نے ابھی اپنے قدم درست نہ کیے تو مزید آگے جانے کے بعد پیچھے آنا مشکل ہو جائے گا اور پھر جو کچھ ہوگا قلم میں قوت نہیں کہ اسے بیان کر سکے، کاش کہ تم خدا کے غضب سے ڈرو!

البتہ جو امر مجھے تقویت پہونچاتا ہے وہ یہ کہ آج بھی تمہارے عامۃ الناس کی اکثریت اللہ کے گھر کے لیے اپنی گردنوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے آمادہ ہے اور یہی وہ عمل ہے جس نے مجھے مجبور کیا ہے کہ ان مقدس روحوں کو دنیا و آخرت کے خسارے سے بچانے کا سامان کروں اور انھیں دعوت دوں کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کے لیے اور صرف اللہ کے لیے خالص کر لیں۔ میں نے اسے اپنی ذمہ داری سمجھی کہ اللہ نے جو احساس میرے دل میں ڈالا ہے جو دراصل اس کی امانت ہے، جوں کا توں اس کا اظہار تمہارے سامنے کر دوں کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو اس کی امانتوں میں خیانت کا مرتکب ہوتا۔ میرے بھائی! میں اگر چاہتا تو میں بھی کوئی مقبول عام قومی نعرہ دے کر تمہاری آنکھوں کا تارا بن جاتا، تمہارا ہر دل عزیز رہنما قرار پاتا، میری ہر بات تمہارے نزدیک حکمِ خداوندی کا درجہ رکھتی، پھر میں تمہارے سروں کی بڑی سے بڑی قیمت وصول کر سکتا تھا،

لیکن ایسی صورت میں اپنے خدا کو میں کیا جواب دیتا؟ یہی وہ بنیادی محرک ہے جو صاف گوئی
کے اس پورے عمل میں میرا معاون رہا ہے۔ کاش! کہ تم اس درد کو سمجھ سکو۔

مزید معلومات کے لیے لکھئے:

انسٹی ٹیوٹ آف مسلم امۃ افیرز

پی او بکس ۷۷، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲ انڈیا

اوراب ملاحظہ کیجئے

غلبۂ اسلام

ایک ایسے انقلابی طریقۂ کار کا واضح خاکہ جس کی عملی تعبیر ہندوستان کے سیاسی اور مذہبی جغرافیے میں ایک بڑی تبدیلی پیدا کردے گا۔

ایک ایسا عمل جو ملک کی موجودہ صورتِ حال کو یکسر تبدیل کردے گا اور جو باشندگانِ ملک کے فلسفۂ حیات میں حیرت انگیز تبدیلی کا باعث ہوگا۔

ایک ایسا جامع منصوبہ جو ایک قلیل مدت میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی عملی تعبیر کے ذریعہ ملک کو جنت میں تبدیل کردے گا۔

ایک ایسا فلسفہ جس کی عملی تعبیر ساری کی ساری سرزمینِ ہند کو اللہ کی مسجد میں تبدیل کردے گا۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ

یہ سب کچھ واقعی ہو تو

اس کتابچے کا مطالعہ ضرور کیجئے، اور صرف مطالعے پر اکتفا نہ کیجئے۔ اس منصوبے پر کھلے دل سے تنقید کیجئے، خامیوں کی نشاندہی کیجئے۔ اضافوں کا مشورہ دیجئے اور اس طرح اسے زیادہ سے زیادہ کارآمد بنا کر پوری احساس ذمہ داری کے ساتھ اس عمل میں اس طرح شامل ہوجائیے کہ آپ کے ہاتھوں ہندوستان کو ایک روشن مستقبل کی ضمانت مل سکے۔

انسٹی ٹیوٹ آف مسلم امہ افیرز